مطبوعات

مقالاتِ سرسید حصہ اوّل تا حصہ ششم | مرتب: جناب محمد اسماعیل، پانی پتی۔ شائع کردہ: مجلس ترقی ادب لاہور۔

سرسید احمد خاں مرحوم اس برِ صغیر میں وہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے مغرب کے سیاسی اور علمی استیلاء کو پُوری طرح محسوس کرتے ہوئے اُس کے مقابلے میں ایک ٹھوس قدم اٹھانے کی کوشش کی۔ اس کے لیے انہوں نے جو موقف اور جو طریق کار اختیار کیا اُس سے ہمیں اختلاف ہے لیکن اس بات کے ہم ضرور معترف ہیں کہ انہوں نے اپنے انداز پر اس امر کی کوشش کی کہ کسی طرح مسلمانوں کے دین، ایمان اور اُن کے ملّی وجود کا تحفظ کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی جس پر بعد میں مولانا شبلی مرحوم اور اُن کے بعض ساتھیوں نے کام کیا۔ سرسید کی تحریریں ہمارے اس نئے دَور کے نظریات میں ذہنی پس منظر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ متجددین ان سے کس نوعیت کے غلط فوائد اٹھا رہے ہیں یہ ایک الگ بحث ہے۔ لیکن مسلمانوں کے سوچنے سمجھنے والے طبقے ان تحریروں کے فکری نتائج سے اس حقیقت کا پُورا پُورا ادراک کر سکتے ہیں کہ ذہنی مرعوبیت کے ساتھ کوئی فکری جنگ کبھی بھی کامیابی سے نہیں لڑی جا سکتی اور اس کا نتیجہ مرعوب ذہنوں کے لیے ہمیشہ تباہ کن ہوتا ہے۔

ان مقالات کو پڑھنے سے البتہ ایک بات ضرور کھل کر سامنے آتی ہے کہ سرسید اگرچہ علم دین میں راسخ نہ تھے اور اس بنا پر انہوں نے بعض مقامات پر بڑی عجیب و غریب ٹھوکریں کھائی ہیں لیکن اس کے باوجود آجکل کے متجددین کے مقابلے میں اُن میں کہیں زیادہ فکری اور علمی گہرائی پائی جاتی ہے۔

ان مقالات کا حصہ اوّل جو مذہبی اور اسلامی مضامین پر مشتمل ہے ۳۸۲ صفحات میں پھیلا ہوا ہے، اور قیمت ساڑھے چار روپے ہے۔ دوسرے حصے میں تفسیری مضامین ہیں۔ صفحات ۲۵۸ اور قیمت

ڈھائی روپے ہے۔ حصّہ سوم فلسفیانہ مضامین، چہارم علمی اور تحقیقی مضامین اور ششم تاریخی مضامین پر مشتمل ہے اور ان کی قیمت بالترتیب تین روپے۔ ساڑھے پانچ روپے۔ ساڑھے چار روپے اور ساڑھے چار روپے ہے۔

سارے حصص بہترین اردو ٹائپ میں نہایت اعلیٰ معیار پر طبع کیے گئے ہیں اور قیمت خاصی کم ہے۔ پاک و ہند میں مسلمانوں کے فکری ارتقاء کا جائزہ لینے والوں کے لیے یہ مقالات اشد ضروری ہیں۔

دین آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلّم | تالیف: جناب سید حشمت حسین جعفری صاحب ایڈووکیٹ۔ شائع کردہ: مکتبہ افکار اسلامی گاڑی کھاتہ حیدر آباد (پاکستان)

یہ مسئلہ کہ کیا حضورؐ کے آباء و اجداد و امہات ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے یا نہیں، کافی مدت سے زیر بحث چلا آرہا ہے۔ اس مسئلہ کے پیچھے درحقیقت وہ نقطۂ نظر کام کر رہا ہے جس میں صلب کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ حدیث اور سیر کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات تو سامنے آتی ہے کہ حضور بڑی پاکیزہ صلب سے پیدا ہوئے اور آپ کے والدین جناب عبداللہ اور آمنہ اور آپ کے جد امجد جناب عبدالمطلب اور آپ کے چچا جناب ابوطالب سیرت و کردار کے اعتبار سے نہایت نیک اور بے نفس انسان تھے لیکن اُن کے عقائد کے بارے میں کوئی ایسی تصریح نہیں ملتی کہ انہیں صحیح معنوں میں مومن و مسلم مان لیا جائے۔ فاضل مصنّف نے اس ضمن میں جو حدیث پیش کی ہے وہ بھی اعتقاد کے بارے میں نہیں بلکہ عمل کی پاکیزگی اور طہارت پر دلالت کرتی ہے۔

فاضل مصنّف کی محنت بہرحال قابل داد ہے کہ انہوں نے اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں کا بڑی دیدہ دری سے جائزہ لیا ہے۔ کتاب ۲۰۳ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے اور اس کی قیمت ڈھائی روپے ہے۔

AS (we) APPROACH ISLAM
جب ہم اسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں | تالیف: جناب ڈاکٹر احمد الرحمٰن علوی ڈی لٹ۔ ناشر: نیشنل بک سنٹر حضرت گنج، لکھنؤ (بھارت)۔ قیمت ساڑھے سولہ روپے۔ صفحات ۲۴۶۔

اس کتاب میں فاضل مصنّف نے اسلام اور اُس کے لائے ہوئے نظامِ حیات کے مختلف گوشوں کا نہایت اچھے انداز میں تعارف پیش کیا ہے۔ اعتقادی مسائل کی تصریح میں انہوں نے یونانی علم کلام اور طرزِ استدلال کو چھوڑ کر نیا طرزِ استدلال اختیار کیا ہے۔ یُوں تو یہ ساری کتاب کافی دلچسپ ہے لیکن اس کا وہ باب جس میں انہوں نے دین کے جامع تصوّر پر بحث کی ہے بڑا زوردار ہے۔ البتہ ایک بات اس پوری کتاب میں یہ کھٹکتی ہے کہ فاضل مصنّف نے بعض مغربی مفکّرین اور اسلام پسند اہلِ قلم کی پیروی میں قوانینِ طبعی اور قوانینِ شرعی میں فرق نہیں کیا اور قوانینِ طبیعی کو اس انداز سے پیش کیا ہے گویا کہ وہ شریعت کے ضابطے ہی ہیں۔

کتاب کا معیارِ طباعت خاصا اونچا ہے۔ پاکستان میں یہ کس مکتبے سے مل سکتی ہے اس کی کوئی صراحت نہیں کی گئی۔

قصیدہ نعتیہ جن۔ عمرو الجنی | تشریح وارُدو ترجمہ: مولانا رحمت علی خاں سامی گجراتی۔ شائع کردہ: مکتبۂ ظفر ناشر قرآنی قطعات، گجرات۔ صفحات ۸۰۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے۔

یہ نعتیہ قصیدہ ایک عمرو الجنّی نامی جن کا ہے۔ مترجم اور شارح کو یہ قصیدہ مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی سے ملا۔ انہیں یہ کہاں سے اور کیسے پہنچا، یہ بات متحقق نہیں ہو سکی۔ بہرحال نعتِ رسول اور عربی زبان وادب، خصوصاً اس کے قدیم طرز سے محبت رکھنے والے اس میں دلچسپی کا کافی سامان پائیں گے۔ اس قصیدے کی زبان اتنی اَدَق اور مُغلق ہے کہ مولانا رحمت علی خانؒ سامی جیسے فاضل ہی اس کا ترجمہ اور تشریح کر سکتے ہیں۔ کتاب کو نہایت خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا ہے۔

مکاتیب بہادر یار جنگ | ناشر: بہادر یار جنگ اکادمی، بی اے۔ ۱۴، اے سراج الدولہ روڈ، بہادر آباد، کراچی۔ قیمت دس روپے۔ جلد خصوصی پندرہ روپے۔ صفحات ۴۳۸۔

گذشتہ نصف صدی میں اُمّتِ مُسلمہ کے غم خواروں، بہی خواہوں اور رہنماؤں میں جن چند ہستیوں کے نام ملتے ہیں اُن میں نواب بہادر یار جنگ کا اسم گرامی خاص امتیاز کا حامل ہے۔ نواب صاحب مرحوم نے

ایک نہایت ہی امیر گھرانے میں آنکھیں کھولیں، ناز و نعمت میں پل کر جوان ہوئے مگر اس طبقے کے دیگر افراد کے برعکس حکومت کے ایوانوں میں عزت و ناموری حاصل کرنے کے بجائے عوام کی خدمت کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔ نواب صاحب کے یہ خطوط اُن کی انسانیت دوستی، ملّت کی غم خواری اور اُن کی نیک نفسی، پاکبازی اور سیر چشمی کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ بہادر یار جنگ اکادمی نے ان خطوط کی ترتیب و تدوین میں بڑی عرق ریزی کا ثبوت دیا ہے اور انہیں نہایت اونچے طباعتی معیار کے ساتھ شائع کیا ہے۔

(بقیہ اشارات)

افکار کو موقع بے موقع اُچھالا جاتا ہے اور پھر تھوڑی سی اجتماعی قوت فراہم کرکے تشدّد کے ذریعہ انقلاب برپا کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کو عوامی احساسات کا قطعاً کوئی پاس نہیں ہوتا اس لیے یہ مختلف طبقات کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے متعلق عجیب و غریب تجربات کرتے رہتے ہیں اور پھر ان تجربات کو ترغیب و تلقین کے ذریعے نہیں بلکہ قوت کے بل پر نافذ کرتے ہیں۔ ماؤ نے اپنی مختلف تحریروں میں ان دو حقائق کا بڑے کھلے الفاظ میں ذکر کیا ہے

"سوشلسٹ نظام ایک خارجی اصول ہے جو انسان کی مرضی سے آزاد ہے"۔ (تعلیمات ماؤزے تنگ صہ ۲)

"انقلاب کسی دعوت میں لوگوں کو مدعو کرنا، کوئی مقالہ لکھنا یا تصویر بنانا یا کشیدہ کاری کرنا تو نہیں ہے۔ یہ کسی طرح بھی شائستہ، خاموش، نرم، بامروت، منضبط اور فیاضانہ طرز عمل کا مظاہرہ نہیں ہو سکتا۔ انقلاب تو ایک ہنگامہ ہے، تشدد کا ایک فعل ہے جس کے ذریعے ایک گروہ دوسرے گروہ کا تختہ الٹ دیتا ہے۔ تشدد کے بعض کام جنہیں (ہونان میں کسان تحریک کے متعلق ایک تحقیقی رپورٹ میں) زیادتی سے تعبیر کیا گیا ہے وہ اس قوت کا مظہر ہے